اسلامی نجات پر عیسائیوں کا اعتراض اور اس کا معقول جواب

خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی

وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا و نذر الظالمین فیھا جثیا (سورہ مریم)

تم میں سے ہر شخص جہنم میں جائے گا اس پر عیسائیوں کا اعتراض ہے کہ پس نجات کیا ہے؟ اور جب نجات نہیں تو قبول اسلام سے فائدہ کیا ہوا؟

مولانا امرتسری نے اس سوال کا جواب یوں دیا ہے کہ آیت موصوفہ میں صرف ایک لفظ تحقیق طلب ہے یعنی وارد، یہ لفظ اسی طرح اسم فاعل کی صورت میں ایک جگہ قرآن کریم میں آیا ہے

وجاءت سیارۃ فارسلوا واردھم فادلی دلوہ (سورہ یوسف)

یعنی قافلہ والوں نے اپنا وارد بھیجا کہ پانی لائے اس نے اپنا ڈول ڈالا اور دوسری جگہ اس کا ماضی مستعمل ہے

ولماورد ماء مدین وجد علیہ امۃ من الناس یسقون (سورہ قصص)

دونوں موقعوں پر اس لفظ سے پانی کے اندر داخل ہونا اور گھسنا مراد نہیں

ہے ورنہ اس کے بعد ادلیٰ دلوہ اور وجد علیہ صحیح نہ ہوگا۔ ان دونوں حوالوں سے آیت زیر بحث کے معنی یہ ہوئے کہ ہر ایک انسان خواہ وہ نیک ہو یا بد نار جہنم کے پاس سے گذرے گا جس کی بابت حدیثوں میں اوپر کا لفظ آیا ہے نہ اندر کا، پھر وہ لوگ بفرمان حدیث اپنے اپنے اعمال کے مطابق بجلی، ہوا اور تیز رفتار گھوڑے کی طرح جہنم سے گزرتے جائیں گے اور جو ظالم بداعمال جہنم کے لائق ہوں گے وہ جہنم میں چھوڑ دیئے جائیں گے۔

الغرض لفظ وارد کا معنی سمجھنے میں عیسائیوں کو غلطی ہوئی ہے ہم اس کے معنی کرتے ہیں پاس سے گزرنے والا اور عیسائی صاحبان اس کا ترجمہ کرتے ہیں "آگ میں داخل ہونے والا" کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

گدایان را ازیں معنی خبر نیست
کہ سلطان جہاد باماست امروز

یہ تو ہماری تشریح تھی اب ذرا اس مقام کو دیکھئے جہاں مسیح فرماتے ہیں کہ "ہر ایک آدمی آگ سے نمکین کیا جائے گا" (مرقس)

مولانا مزاحیہ انداز میں اس موقع پر کیا خوب جواب دیتے ہیں کہ بتائیے ہر شخص میں عیسائی صاحبان آئیں گے کہ انہیں اور نمکین ہونے میں آگ عیسائی کو تو نہ لگے گی، آیت و حدیث میں تو استثناء ہے کہ نیک لوگوں کو تو کچھ ضرر نہ ہوگا صرف جہنم کے لائق بداعمال مجرم ہی جہنم میں جائیں گے مگر انجیل میں تو استثناء بھی نہیں ہے کیونکہ انجیل مرقس میں لکھا ہے کہ ہر ایک آدمی آگ سے نمکین کیا جائے گا۔

مولانا مرحوم نے مزاح کے انداز میں فرمایا کہ عیسائی صاحبان اس پر بھی

قرآن کریم چھوڑ کر انجیل کی طرف گئے تو میں بجز اسی شعر کے اور کیا کہوں

میرے پہلو سے گیا بالا ستمگر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

ہم اس مقام پر ایک مشہور امام لغت کا حوالہ دیتے ہیں جس نے صرف قرآن مجید کی لغات کو کمال تحقیق سے لکھا ہے، علامہ راغب اصفہانی اس لفظ کے متعلق لکھتے ہیں

الاواردہا فقد قیل وردت ماء کذا اذا حضرتہ وان لم یسبغ فیہ (مفردات راغب اصفہانی)

یعنی الاواردہا جو قرآن میں آیا ہے بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب کوئی پانی کے پاس پہونچتا ہے کہتا ہے کہ وردت ماء میں پانی پر وارد ہوا چاہے اس کے اندر نہ گیا ہو۔

عیسائی صاحبان! ہم آپ کی مزید تشفی کیلئے ایک مثال سناتے ہیں جیل میں داخل ہونے کی دو صورتیں ہیں جیل کی دیوار کے اندر جو شخص بھی ہے اس کو جیل کے اندر کہتے ہیں چاہے وہ قیدی ہو یا ملاقاتی، دوسرے معنی جیل کی تکلیف میں مبتلا ہونا، جو مجرموں کیلئے تجویز کی گئی ہے اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہوں گے کہ ہر ایک شخص دوزخ میں جائے گا نیک لوگ اس کے اوپر سے عبور کر جائیں گے اور بدکار اس کے عذاب میں پھنس کر رہ جائیں گے۔

صبح کے وقت ملاقاتی، اور سول سرجن، ڈاکٹر، جیلر سب جیل میں جاتے ہیں تو پوچھنے والا پوچھتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب یا جیلر صاحب کہاں ہیں تو کہا جاتا ہے کہ جیل خانہ میں ہیں۔ لیکن قیدی سزائیں جھیلتا ہے اور ڈاکٹر اور جیلر اور ملاقاتی

سب آرام کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ دراصل اسلام میں نجات کا دارومدار عمل صالح پر ہے جس کے پاس اعمال صالح زیادہ ہوں گے وہ نجات پائے گا اور جس کے برے اعمال زیادہ ہوں گے وہ جہنم میں داخل ہوگا اور پھر اسے سزا بھگتنے کے بعد نجات ملے گی اور مشرک کو نجات نہیں ملے گی۔ بہرحال ہمارے یہاں نجات کا مسئلہ آسان ہے یہاں ہر شخص آگ سے تمکین نہیں کیا جائے گا مولانا نے قرآن کریم کی آیت سے استدلال فرمایا

فاما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیة واما من خفت موازینه فامه هاویه

جس کے نامہ اعمال میں نیکیاں زیادہ ہوں گی اور بدیاں کم ہوں گی وہ جنت میں جائے گا اور جس کی نیکیاں ہلکی ہوں گی اور بدیاں زیادہ ہوں گی وہ جہنم میں جائے گا اگر صد فیصد اچھے اعمال ہوں گے تو اس کو نجات کے اعلی درجات ملیں گے اور وہ جنت الفردوس میں آرام کرے گا اور جس کے اعمال میں کمزوریاں ہوں گی وہ بعد میں نجات پائے گا اور جنت کے دوسرے مقامات میں رہے گا اگر برے اعمال سے توبہ کی توفیق مل گئی تو اس کو بھی نجات مل جائے گی اسلام نجات کی طرف بلاتا ہے اور بلند آواز سے کہتا ہے

ایں در گہہ مادر گہہ نا امیدی نیست
صد بار اگر توبہ بشکستی باز آ باز آ

عیسائیوں کا دوسرا اعتراض

عیسائیوں کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ

وتمت کلمة ربک لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعین؟ (سوره هود)

عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ دیکھئے جہنم میں سب لوگ ڈال دیئے جائیں گے اجمعین کہہ کر رہا سہا شبہ (کہ شاید کچھ لوگ بچ جاویں) ختم کر دیا گیا یعنی سب کے سب جہنم میں جائیں گے الف لام استغراق کا ہے وہ سب لوگوں کو حاوی ہے پھر اجمعین کہہ اس کی مزید تاکید کر دی گئی یعنی سب لوگ جہنم میں جائیں گے۔

عیسائیوں کے تین دعویٰ ہیں اور تینوں غلط ہیں الناس جمع ہے الف لام استغراق کا ہے اجمعین تاکید معنوی ہے۔

اگر ناس جمع ہوا اور الف لام استغراق کا ہو تو اس آیت کا ترجمہ کیا ہو گا۔

اذقال لهم الناس ان الناس قد جمعوالکم

اصحاب کرام کو (سب لوگوں) نے کہا کہ تمام ناس (سب لوگ) تمہارے خلاف جمع ہیں کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ ساری دنیا کے لوگ اصحاب کے خلاف جمع ہوں گے اور ساری دنیا کے سب لوگوں نے ایسا کہا ہو

ایں چہ بوالعجبی است

تاکید معنوی کے متعلق تو علماء نحو کی تصریحات ہیں کہ وہ نفس اور عین کے ساتھ ہوتی ہے جیسے جاء زید نفسہ آوعینہ علاوہ اس کے تاکید توابع کے قسم سے ہے اور تابع اپنے متبوع کی تعریف و تنکیر میں موافق ہوتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ الناس تو معرف باللام ہے اور اجمعین نکرہ ہے الغرض آیت کے معنی یہ ہیں کہ مجرم انسانوں سے دوزخ بھری جائے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے

لاملئن جهنم منک و ممن تبعک منهم اجمعین (سوره هود)
فہم قرآن کیلئے تدبر شرط ہے ارشاد باری ہے

افلا یتدبرون القرآن ولوکان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافاً کثیراً
لفظ دبر کے معنی ہے پیچھے یعنی سلسلہ کلام کو آگے پیچھے ملا کر دیکھو۔

عیسائی حضرات بتائیں کہ قید خانہ کو چوروں ڈاکوؤں اور مجرموں سے بھر دینے پر کیا اعتراض ہے سخن شناس نئی دل براخطا ایں جانیست (جوابات نصاریٰ ص۵۱) کلام اللہ کی صرف ایک آیت کو پڑھنا اور دوسری آیت پر نظر نہ ڈالنا یہ تعصب کی بات ہے۔

کوئی مولوی صاحب تھے ان سے کسی نے بیان کیا کہ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی ہے جو نماز نہیں پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا یہ عمل قرآن کے مطابق ہے مولانا نے دریافت کیا تو اس نے جھٹ سے ولاتقربوا الصلوٰۃ پڑھ دی مولانا نے فرمایا اے بھائی آگے بھی پڑھو وانتم سکاری بھی تو ہے یعنی نماز نہ پڑھو جب کہ تم نشے میں ہو۔ تو اس نے کہا کہ سارے قرآن پر تیرے باپ نے عمل کیا تھا جو مجھ کو بتلاتے ہو یہی حال ان بزرگوں کا ہے جو تصحیح مطلب کیلئے خود قرآن مجید کے تشریحات کو نہیں دیکھتے اور قرآن کی دوسری آیت پر نظر نہیں ڈالتے۔

الحاصل اس طرح کے مباحث مولانا کے زمانے میں بہت زیادہ اٹھتے رہے اور بڑے شد و مد سے مناظرے بھی ہوتے رہے مولانا امرتسری بحث و تحقیق کے میدان میں ہمیشہ پیش پیش رہے لیکن اب وہ زمانہ بدل گیا ہے۔

اب یہ دور الحادی نظام اور دہریت کا آچکا ہے سروں پر اس کے افکار و عقائد مسلط کئے جارہے ہیں اور اس دور کا تقاضا ہے کہ آج کے اہل علم اور اہل تحقیق مستشرقین کا جواب اور ان کی تردید کے لئے قلم اٹھائیں اور ان کی باطل مزعومات اور ملحد تنظیمات کی تنقیح کر کے پرزور طور پر تردید کریں اور اسلامی نظام کی برتری تمام دیگر نظام پر فائق ثابت کریں اب اس زمانے میں ایسے دقیق النظر گہرے علم والے فضلاء اور فقہاء کی شدید ضرورت ہے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے شاید اسی زمانے کا اندازہ کر کے کہا تھا

لبالب شیشہ تہذیب حاضر ہے مئے لا ئے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ الا

یعنی ہر طرف شور و شر ہے لیکن کوئی ساقی الا اللہ کہنے والا زمانے میں موجود نہیں۔ وقلیل من عبادی الشکور۔

اب ضرورت ہے کہ عصر حاضر میں ایسے فقہاء اور مفکرین پیدا ہوں جو الا اللہ کو دنیا پر واضح کر دیں اور تمام لا الہ کا نظریہ رکھنے والوں کو اپنے روشن مبصرانہ حقائق سے اللہ کا قائل کر دیں۔

اور زمانے میں ہر جگہ ہر چپہ عالم پر الا اللہ کا نعرہ بلند کر دیں۔ مولانا امرتسری اکثر کہا کرتے تھے۔ (اخبار اہلحدیث میں)

ہند کو اسلام سے بھر دے اے شاہ
کہ نہ آوے کوئی آواز بجز اللہ اللہ

(بشکریہ نوائے دہلی)

(بتصرف)